هفت روزہ
خدام الدین لاہور
بانی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۵ مارچ ۱۹۸۲ء
ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ وتشریح — حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ نُوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّ خُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ۔ (رواہ مسلم)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور جن آگ کے شعلے سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تم سے بیان کی گئی ہے۔

تشریح: یہی وجہ ہے کہ ہر ایک سے اپنے اپنے مادہ خلقت کے لحاظ سے مختلف قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ ملائکہ عظام سے نافرمانی ہوتی ہی نہیں کیونکہ وہ نوری ہیں۔ جنوں سے زیادہ تر نافرمانی ہوتی ہے۔ کیونکہ آگ اپنی سوزش کے باعث حد اعتدال سے متجاوز ہے اور آدمی مٹی سے پیدا شدہ ہے۔ اس کے اندر اپنی مآل اندیشی نہیں ہے۔ اس لئے جن (جو شیطان کے نائب ہیں) اُسے گمراہ کر لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ اِبْرَاھِیْمُ النَّبِیُّ وَھُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ۔ (متفق علیہ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں قدوم میں ختنہ کیا تھا۔

تشریح: موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ مگر اسی سال والا قول زیادہ صحیح ہے۔ قدوم بڑھئی کے ایک ہتھیار کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ جہاں انہوں نے ختنہ کیا تھا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اِنِّیْ خَیْرٌ مِّنْ یُّوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی۔ (متفق علیہ)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

تشریح: اس عبارت کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے منع فرما رہے ہیں کہ آپ کو یونس بن متّٰی پر فضیلت نہ دی جائے۔ اور یا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے آپ کو یونس بن متّٰی سے بہتر خیال نہ کرے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ زَکَرِیَّاءُ نَجَّارًا۔ (رواہ مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑھئی تھے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بلحاظ کسی کسب کے ذلیل نہ سمجھا جائے۔ عام طور پر لوگ بڑھئی کو حقیر خیال کرتے ہیں حالانکہ زکریا علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے یہ کسب کیا کرتے تھے۔

قوم کو مطمئن کریں

پاکستان کے سابق اٹارنی جنرل مسٹر یحییٰ بختیار نے یہ بات کہہ کر قوم کو چونکا دیا کہ عبوری آئین کے توسط سے ۱۹۷۴ء کی وہ آئینی ترمیم منسوخ قرار دی جا چکی ہے جس میں مرزائیوں کے ہر دو طبقوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ وزارت قانون نے پریس نوٹ کے ذریعہ قوم کو مطمئن کرنا چاہا لیکن یحییٰ بختیار صاحب نے پھر اصرار کیا۔ جس کے بعد ڈاکٹر تنزیل الرحمن چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل بولے لیکن بات نہ بنی۔

ملک کی قدیم اور معروف دینی جماعت جس کے بانی حضرت امیر شریعت السید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے اور جسے مختلف وقتوں میں خطیب پاکستان قاضی احسان احمد، مجاہد ملت مولانا محمد علی، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر، استاذ العلماء مولانا حیات محمد اور محدث کبیر مولانا بنوری قدس سرھم کی قیادت نصیب رہی اور آج جس کے سربراہ حضرت مولانا خان محمد نقشبندی مجددی ہیں، اس کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد شریف کی پریس کانفرنس روزنامہ جنگ لاہور میں شائع ہوئی جس کے مطابق آرڈیننس ۲۷ مجریہ ۸ جولائی ۱۹۸۱ء کے ذریعہ ۳۲۴ قوانین غیر ضروری قرار دے کر منسوخ کر دئے گئے۔ ان میں ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم بھی شامل ہے۔ اور یہ تفصیلات پی۔ ایل۔ ڈی جنوری ۱۹۸۲ء میں صہ ۲۲ پر شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا کی اس پریس کانفرنس کے بعد وزارت قانون یا ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب کی مبہم وضاحتوں کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی۔ حکومت کو ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے واضح اور دوٹوک بات کہنی چاہیئے تاکہ قوم کو اصل حقیقت سے آگاہی ہو۔

ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کو دبایا گیا تو وہ دب جائے گا۔ ایک صدی کی اس سلسلہ کی قربانیاں، ہزاروں افراد کا جام شہادت نوش کرنا اور دوسرے مصائب برداشت کرنا

ہر کسی کو ذہن میں رکھنا چاہئیے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحاریک تو اس ملک کی تاریخ کا ایک حصّہ ہیں۔ انہیں نظر انداز کرنا المیہ ہے۔ موجودہ دور میں بعض ایسی پریشان کن باتیں سامنے آئی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں زیر زمین کوئی کھیل کھیلنے کی تیاری ہے۔

- - - - - - - - -

اسی طرح نواب شاہ سیجل سرمست کالج کے پرنسپل مسٹر عبدالقادر کے متعلق ہمیں اطلاع آئی ہے کہ وہ اس جماعت سے متعلق ہے۔ نواب شاہ جماعت کا سربراہ ہے اور خوب خوب اپنے فرقہ کا پرچارک کرتا ہے اس کے ایک خط کی نقل ہمیں ملی جو اس نے ربوہ والوں کو ارسال کیا۔ اس لئے بات آسانی سے نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ ساتھ ہی قاری عبیدالرحمٰن صاحب کی آواز پر قرآن عزیز کے کیسٹ تیار کرنا اور اس کا پہلا سیٹ ڈاکٹر عبدالسلام کو پیش کرنا بھی عجیب بات ہے۔ یہی ڈاکٹر ہے جسے نوبل انعام ملا تو ملک میں اس کا جلوس نکالا گیا ——— یہ تمام باتیں چھپنے کی ہیں۔

امت بہت کچھ سہہ اور برداشت کر لیتی ہے لیکن اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے معاملہ میں اس کے احساسات بڑے نازک ہیں وہ بھڑک اٹھے تو انہیں کون سنبھالے گا؟

ساتھ ہی ہم دکھی دل سے "مدعیانِ عشقِ رسالت" سے درخواست کریں گے کہ وہ مساجد کے سلسلہ میں اپنی مہم پر نظر ثانی کریں اور ملک و ملت کے اجتماعی حالات کی اصلاح کی فکر کریں

- - - - - - - - -

ہم نے بڑے محتاط طریق سے یہ درخواست پیش کی ہے اور توقع رکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کی فوری وضاحت ہوگی اور ایسی جس سے ملت مطمئن ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

علوی
24.2.82

سازشوں کا سلسلہ

سازشوں کا سلسلہ دراز تر ہے

- - - - - - - -

اور اب "قرآن میں بم" کی بات سامنے آئی ہے ——— اللہ کی کتاب کی مظلومیت کا ایک تماشہ ۱۹۷۳ء میں لاہور میں ہوا اس کا انجام معلوم، اب اس کا کیا ہوگا؟ ملکی حالات اجازت نہیں دیتے ورنہ ہم ذرا کھل کر بات کرتے۔

- - - - - - - - -

احتساب کا انجام ہم نے دیکھا اگر وہ مرحلہ صحیح طریقے سے طے ہو جاتا تو بات درست ہو جاتی۔ اب بھی ضرورت ہے کہ اصلاح کا صحیح طریق اختیار کیا جائے ہے۔ وہ آپ کو معلوم نہیں تو ارشاد فرمائیں ہم عرض کر دیں گے۔

★

حضرت لاہوریؒ کے مختلف مسائل پر تحریر کردہ مشہور رسائل کا تازہ ایڈیشن چھپ کر تیار ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے دو جلدوں میں طبع کرایا گیا ہے۔

ہدیہ جلد اول ۸ روپے

" دوم "

یکمشت دونوں جلدوں کی خریداری پر ۱۴ روپے

انجمن خدام الدین

ضروری اعلان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اہم ترین اجلاس ۲-۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ بروز اتوار، پیر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ہوگا جس میں انتہائی اہم امور پر غور ہوگا۔ صدر وفاق کے مطابق اگر کسی رکن شوریٰ کو خط نہ ملے تو اسی اطلاع کو دعوت سمجھ کر تشریف لائیں۔ انتہائی اہم مسائل زیر بحث آئیں گے۔

(ناظم دفتر وفاق)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب علوی

مساجد کے نام پر....

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ وصحبہ ومن تبعھم الیٰ یوم عظیم۔ امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا۔

محترم حضرات و معزز خواتین!

ہم سب یہاں اللہ کی یاد کے لئے اکھٹے ہوتے ہیں خدا اس حاضری کو قبول و منظور فرمائے۔ خدا کی یاد کے لئے کسی وقت اور جگہ کی قید نہیں۔ بلکہ اہل دل تو کہتے ہیں۔ ع

دست بکار دل بہ یار۔ آدمی جب اپنے کام کاج میں مشغول ہو تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ دل کسی وقت بھی اس طرف سے غافل نہ ہو ——— اور اہل دل فرماتے ہیں۔ ع

جو دم غافل سو دم کافر

اس لئے یہ بات تو اپنی جگہ ہے کہ ذکر الٰہی کا ہر وقت اہتمام ہو۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ بعض اوقات اور بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جن کی بہر طور اہمیت ہوتی ہے۔ مثلاً آپ نے نماز گھر پر پڑھی۔ تو اس کا ثواب ملے گا لیکن ناقص اور مسجد میں نماز پڑھیں گے تو ۲۷ درجے زیادہ ثواب ہوگا۔ بیت اللہ میں نماز پڑھیں گے تو وہی نماز ایک لاکھ کے ثواب کا ذریعہ بن جائے گی۔ مسجد نبوی میں ۵۰ ہزار کا ثواب ہوگا۔ تو گویا ان جگہوں کی اہمیت کے پیش نظر ثواب میں اضافہ ہوگا۔ یہی حال اوقات کا ہے۔ رات کا آخری پہر بہت قیمتی اور اہم ہے۔ جمعہ کے دن ایک گھڑی کی بڑی فضیلت ہے۔ ایام میں جمعہ کا دن، راتوں میں شب قدر، یہ سب باتیں صحیح اور درست ہیں ——— حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے باقی انبیاء پر جن چھ چیزوں میں فضیلت بخشی گئی ان میں ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین سجدہ گاہ بنائی گئی۔ مسلمان جہاں نماز پڑھے ہو جائے گی۔ لیکن مسجد مسجد ہے اور حضور علیہ السلام نے مسجد میں بغیر عذر شرعی حاضر نہ ہونے والوں کے مکانات جلا دینے تک کے عندیہ کا اظہار فرمایا۔

مساجد کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ مساجد تو ہیں ہی اللہ کے لئے، ساری زمین اللہ کے لئے ہے اور وہی اس کا مالک ہے لیکن مساجد کا خاص مقام ہے۔ جب ان کی یہ خصوصیت ٹھہری تو فلا تدعوا مع اللہ احدا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ وہ جس کا گھر ہیں وہاں اسی کی عبادت و بندگی ہو، اس کی ہی یاد ہو، اسی سے دعا ہو اور اسی سے فریاد کی جائے مساجد کی دیواروں پر ویسے ہی کتبات لکھنے یا لٹکانے فقہاء نے مکروہ لکھے اور خاص طور پر سامنے کی دیوار پر لیکن جب وہ کتبات ایسے ہوں جن میں کسی غیر رب سے استمداد و دعا مقصود ہو گی تو یہ بات اور غلط ہوگی۔

ہماری بدقسمتی سے اب مساجد خوبصورت بہت بنائی جاتی ہیں لیکن ان کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہے۔ اصل مقصد عبادت و ذکر الٰہی ہے۔ اب ان میں عبادت کے نام پر ہنگامہ، جھگڑے اور فسادات ہیں

(باقی صہ پر)

سیرتِ نبویؐ قرآنی

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

غزواتِ نبویؐ (۴)

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہِ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ صدق اللہ العلی العظیم ؕ

محترم حضرات و معزز خواتین!

غزواتِ نبوی کا قرآن عزیز کی روشنی میں ذکر جاری ہے۔ بنو نضیر کے سلسلہ میں واقع ہونے والے غزوہ کی تفصیلات سامنے آچکی ہیں۔ یہود کے ساتھ کچھ اور واقعات بھی پیش آئے جن کی تفصیلات پیش خدمت ہیں :۔

بنی قینقاع

بنو نضیر سے کوئی دو سال قبل یعنی شوال ۲ھ یا اپریل ۶۲۴ء میں یہ واقعہ پیش آیا — قرآن عزیز میں بنو نضیر کے واقعات کے ضمن میں جو آپ سماعت فرما چکے ہیں۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ سورۂ حشر کی آیت پر غور کریں جو ابتدا میں تلاوت کی گئی۔ ارشاد ہے :۔

"ان لوگوں کی مثال (بنو نضیر کی) ان لوگوں کی سی ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہو چکے ہیں۔ (بنو قینقاع) وہ اپنی کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔"

یہود کا یہ قبیلہ بھی بنو نضیر کی طرح مدینہ کے پڑوس میں آباد تھا اور یہود کے تینوں قبیلوں یعنی بنو نضیر بنو قریظہ اور بنو قینقاع میں سب سے زیادہ شجاع تھا ان کے جہاں اور جرائم تھے وہاں فوری جرم ایک مسلمان خاتون کی توہین تھی جس کی انہیں شدید ترین سزا جلاوطنی کی شکل میں ملی۔ یہ لوگ اپنے قلعوں پر بڑا ناز رکھتے تھے لیکن محاصرہ ہوا تو ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہوگئے اور جلاوطن کر دئے گئے۔

ایک سبق

اس میں جہاں اور اسباق ہیں وہاں ایک یہ بھی سبق ہے کہ خاتون کا اسلام میں کتنا احترام ہے۔ اور صرف مسلمان ہی کا نہیں غیر مسلم کا بھی! اسلام سے قبل تو عورت محض لوگوں کی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ تھی۔ اسلام نے اسے عزت بخشی اور حضور علیہ السلام سے حاتم طائی کی کافرہ بیٹی کا ننگا سر نہ دیکھا جا سکا۔ اور اپنی چادر اس پر ڈال دی۔ مسلمان عورتوں کے لئے احترام کے اسباق قرآن عزیز میں موجود ہیں۔ اسلام نے اسے ماں ، بہن ، بیٹی اور بیوی کی نظروں سے دیکھا اور اس کی قدر و منزلت سمجھائی۔ محمد بن قاسم اور عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے جنگ و جہاد کا سلسلہ مسلم خواتین کے احترام کے سبب پیش آیا۔ پر افسوس آج مسلمان عورتیں شرم سے اور مرد غیرت سے محروم ہوگئے اور عورت کی عزت و تکریم لٹ کر رہ گئی۔ اسے آزادی کے نام پر اس طرح برباد کیا گیا کہ توبہ بھلی۔

بنو قریظہ

یہود کا تیسرا قبیلہ

بنو قریظہ تھا۔ ان کے ساتھ جو غزوہ ہوا وہ ذی قعدہ ۵ھ مئی ۶۲۷ء میں پیش آیا۔ دوسرے دونوں قبائل کی طرح مدینہ کے اردگرد ان کی بھی آبادیاں تھیں۔ اور بنو نضیر اور ان کے درمیان باغات حد فاصل کا کام دیتے تھے۔ بدزبانی اور شرانگیزی میں یہ قبیلہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ ان سے بار بار ان کی درخواست پر معاہدہ دوستی ہوا لیکن انہوں نے ہر بار عہد کو توڑا حتیٰ کہ ایک بار جنگ میں مشرکین مکہ کے ساتھ کھلم کھلا شریک ہوگئے۔ آخر اللہ کے رسول صلعم نے ان پر فوج کشی کی اور ان کے جرائم کی ان کو شدید سزا ملی۔ دس روز تک محاصرہ کے بعد انہوں نے تنگ آکر اپنی قسمت کا فیصلہ مدینہ کے مشہور سردار اور مقبول ترین صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چھوڑا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ یہ قبیلہ اور بنو قریظہ عہد جاہلیت میں حلیف تھے ان کا خیال تھا کہ پرانی دوستی کی قدر ہوگی۔ لیکن اہل اسلام اسلام و پیغمبر اسلام کے مقابلہ میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے اور یہی تقاضائے دین ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان کے مرد قتل ہوئے اور عورتیں اور بچے گرفتار — قرآن مجید پر غور کریں — سورۂ الانفال میں ہے :۔

"یہ لوگ ہیں جن سے آپ عہد (بار بار) لے چکے ہیں پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (اس سے) ڈرتے نہیں تو آپ انہیں اگر جنگ میں پائیں تو انہیں ایسی سزا دیں جو دوسروں کے لئے وجۂ عبرت ہو۔"

جبکہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اس موقعہ پر تو مسلمانوں کی جنگ سے خلاصی ہو گئی لیکن غزوہ احزاب میں جن یہود بنی قریظہ نے مشرکین و معاندین اسلام کا ساتھ دیا تھا انہیں بالآخر خوف زدہ ہو کر اپنے قلعے چھوڑنے پڑے اور قتل و اسیری کی سزائیں بھگتنا پڑیں — سورۂ احزاب میں ہے :۔

"اور جنگ میں اللہ تعالےٰ خود ہی مسلمانوں کے لئے کافی ہوگیا اور اللہ تعالےٰ تو ہیں ہی بڑی قوت والے اور بڑے زبردست! اور جن اہل کتاب نے ان کی (یعنی اہل احزاب کی) مدد کی تھی۔ اللہ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار پھینکا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا۔ پھر تم بعض کو تو قتل کرنے لگے اور بعض کو قید۔"

اس صورت حال کے نتیجہ میں ان کی جائداد و اموال بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آگئی۔ اللہ تعالےٰ نے اس انعام کا ذکر اس مقام پر کیا :۔

"اور اللہ تعالےٰ تمہیں بنا دیا وارث ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مال کا اور اس زمین کا بھی جس میں تم نے اب تک قدم نہیں رکھا اور اللہ تعالےٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

ارضا لم تطؤھا

یہ جو آپ نے ترجمہ سماعت فرمایا اس میں یہ لفظ بھی ہے :۔ ارضا لم تطؤھا یعنی تمہیں اس زمین کا بھی وارث بنا دیا۔ جس میں تم نے اب تک قدم نہیں رکھا تھا۔ اس زمین سے کیا مراد ہے؟ علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ اس میں بڑی وسعت ہے کیونکہ قیامت تک جتنے ملک بھی ان کے قبضے میں آئیں گے وہ سب کے سب اس میں شامل ہیں۔ حدیث میں ہے کہ غزوہ احزاب کے موقعہ پر جب خندق کھودی جا رہی تھی تو بعض پتھر ایسے تھے جن کا توڑنا مسلمانوں کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ اس کا سبب ایک تو ان پتھروں کی سختی تھی دوسرے مسلمانوں کا فقر و فاقہ اور کمزوری — بعض مسلمانوں نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ حضور علیہ السلام کے پیٹ پر

دو پتھر تھے۔ لیکن آپؐ نے خداداد طاقت سے پتھر توڑ ڈالے اور اس موقعہ پر فرمایا کہ "قیصر ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد کوئی قیصر نہیں (یعنی شاہ روم) کسریٰ ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں۔ (یعنی شاہ ایران)" اور اس طرح کی پیشین گوئیاں بہت سامنے آئیں سرکار دو عالم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جہاں میری امت کے قدم پڑے ہیں اور جس جس سرزمین پر امت نے اسلام کا پرچم لہرانا ہے اللہ تعالےٰ نے وہ خطے مجھے دکھلا دیئے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام کے خدام اور امتیوں نے دنیا کا بڑا حصہ تو فتح کیا جبکہ ایک حصہ مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی بدولت اسلام کی زلف گرہ گیر کا شکار ہو گیا۔ اور آج تک وہاں اسلامی روایات کا سلسلہ چل رہا ہے۔

الغرض یہ خدا کا احسان اور اس کا کرم تھا کہ یہود کی پوری قوت جس نے مدینہ کے اردگرد مسائل کھڑے کر رکھے تھے تتر بتر ہو گئی۔ ان کا قلع قمع ہو گیا۔ اور وہ اس طرح خائب و خاسر ہوئے کہ پھر دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا نہ ہوا۔۔۔ بعض قبائل نے مدینہ سے نکل کر خیبر میں ڈیرہ لگایا اور شرارتیں شروع کر دیں۔ لیکن جیسا کہ آپ سنیں گے ۷ھ میں غزوۂ خیبر ہوا اور اس میں یہود کی قوت بالکل مفلوج ہو گئی۔ پھر صدیوں انہیں کسی زمین پر جم کر رہنا نصیب نہ ہوا۔ تا آنکہ اس آخری دور شر و فتن میں برطانیہ نے عربوں سے انتقام لینے کی غرض سے اسرائیل کو بسایا اور اب امریکہ اس کی سرپرستی کر رہا ہے اور یہ بھی درحقیقت قرآن میں اشارہ ہے کہ یہود یا تو اللہ کے ہو جائیں یا کسی قوم کی سرپرستی میں آجائیں تو وقتی طور پر ان کی جان بچ سکتی ہے (آل عمران)

چنانچہ آج وہ اسی شکل میں زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ لیکن اس میں ہمارے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ وہ مغضوب و مردود قوم جو ذلت کا شکار ہوئی اس کے سامنے ہم اتنے بے بس ہوں؟ شرم کی بات ہے خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ اور ہمیں غلبہ نصیب فرمائے۔۔۔۔

بقیہ : مجلس ذکر

نماز کے لئے اذان ہے تو اس میں اضافہ! اذان سے پہلے اور بعد کے صحیح معمولات جو سنت سے ثابت ہیں انہیں چھوڑ کر اپنی طرف سے اضافے کر لئے گئے اور پھر مساجد میں دنگا فساد مار پٹائی مخالفانہ قبضہ کی مہم۔

اندازہ لگائیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مساجد کا کیا مقام تھا اور لوگوں نے کیا کر دیا اہل انتظام کو بھی ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اور اسلام کے نام لیواؤں کو بھی ان کے احترام و تقدس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ بقیہ!

خدا ہمیں عقل کے ناخن دے اور اپنی مرضیات کا پابند بنائے۔ حضور علیہ السلام کی سچی غلامی نصیب

انتقال پُر ملال

○ سیٹھ نور محمد صاحب کی خوشدامن صاحبہ انتقال فرما گئیں۔ سیٹھ صاحب انجمن کی مجلس منتظمہ کے رکن اور مریدکے میں مدرسہ کے لئے زمین وقف کرنے والے بزرگ ہیں۔ انجمن اور حضرت سے پرانا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت سے نوازے، اور لواحقین کو صبر جمیل نصیب ہو۔

○ نظام العلماء ضلع اٹک کے امیر حضرت مولانا سکندر خاں صاحب کے والد محترم محمد اکرم خاں صاحب انتقال فرما گئے۔ مرحوم کی عمر ۱۱۰ سال تھی وہ جنگ بلقان میں ترکوں کے ساتھ شریک تھے اور ہجرت کابل میں افغانستان بھی گئے۔ بڑے مجاہد، مخلص اور صحیح العقیدہ بزرگ تھے۔ دل ان کا دین کے لئے دھڑکتا۔ احقر پر ذاتی طور پر ان کی عنایات بے پناہ تھیں۔ خدا ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شکل غم: علیحدہ

توہین رسالت کی سزا

رپورٹ :۔ مولانا محمد اسمٰعیل مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت ۔ بہاول پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

۳۰-۱۱-۸۰ کا واقعہ ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت سمہ سٹہ کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر جامع مسجد مدینہ سمہ سٹہ میں جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی اللہ یار خاں اور مجلس بہاولپور کے مبلغ محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے سیرت طیبہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

تقاریر کے بعد ایک شخص مسمی عبدالمالک نے کھڑے ہو کر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ موقعہ پر موجود مسلمانوں نے ملزم مذکور کی خوب پٹائی کی۔ اور مجلس تحفظ ختم نبوت سمہ سٹہ کے امیر مولانا شبیر محمد صدیقی نے ملزم مذکور کے خلاف مقامی چوکی میں پرچہ درج کرایا جس کی باقاعدہ سماعت جناب محمد آفتاب علی خاں مجسٹریٹ درجہ اول بہاولپور کی عدالت میں تقریباً چودہ ماہ تک جاری رہی۔ فاضل عدالت نے ۳۱-۱-۸۲ کو فیصلہ سنایا۔ جس کا متن حسب ذیل ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکار بنام عبدالمالک بجرم 295-A / 6 PC

مقدمہ 375/80

فیصلہ

مختصر واقعات مقدمہ اس طرح ہیں کہ مورخہ ۱-۱۲-۸۰ کو مدعی (حافظ) شبیر محمد (صدیقی) نے پولیس چوکی سمہ سٹہ میں رپورٹ کی کہ ۳۰-۱۱-۸۱ کو رات بعد نماز عشاء مدینہ مسجد سمہ سٹہ میں درس قرآن کا اہتمام تھا۔ جس میں باہر سے بھی علماء کرام مدعو تھے۔ جلسہ شروع تھا کہ ملزم مقدمہ ہذا اچانک کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ مولویوں نے ویسے ہی ڈھونگ رچا رکھا ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

اخیر میں کہا کہ وہ "ختم نبوت پر لعنت بھیجتا ہے۔" (العیاذ باللہ) یہ الفاظ سنتے ہی مجمع اشتعال میں آگیا اور ملزم پر لوگ ٹوٹ پڑے۔ بڑی مشکل سے ملزم کی جان بچائی گئی۔ ملزم موقع سے فرار ہو گیا۔ لیکن جاتے ہوئے تین کتابیں چھوڑ گیا۔ جن میں ایک "مباحثہ مصر" "انجیل مقدس" اور ایک کتاب ایسی کہ جس کے شروع کے اوراق نہ تھے۔

وہ کتب قبضہ میں لیکر پولیس کے حوالہ کی گئیں۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کر لیا۔ مقدمہ کی تفتیش کے بعد ملزم کا چالان کر کے عدالت میں پیش کر دیا۔

استغاثہ نے اپنی تائید میں کل سات گواہان پیش کیئے۔ (۱) (حافظ) شبیر محمد (صدیقی) یہ مدعی مقدمہ ہے۔ گواہ نے ایف آئی آر کی تائید کی ہے۔ جرح کے دوران گواہ نے کہا کہ پہلے ملزم اس کا شاگرد رہا ہے۔ لیکن اب احمدی (مرزائی) بن چکا ہے۔ گواہ نے درست تسلیم کیا کہ اس نے دو سرٹیفکٹ ملزم کے حق میں لکھے ہیں۔ لیکن آگے چل کر گواہ نے کہا کہ اس وقت گواہ کو ملزم کے عقیدہ کا علم نہ تھا۔ جرح میں ایک اور سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ یہ غلط ہے کہ ملزم جلسہ عام میں عیسائیت کے بارہ میں مباحثہ کرنا چاہتا تھا۔

RW ۲ - شیخ عبدالحمید - گواہ اسی جلسہ میں موجود تھا۔ جہاں ملزم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں گستاخانہ کلام کیا۔ گواہ نے F i R کی تائید کی ہے۔ جرح کے دوران سوال کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ یہ بات غلط ہے کہ ملزم عیسائیت کے بارہ میں سوال کر رہا تھا جس پر مولوی صاحب ناراض ہو گئے۔

RW ۳ - محمد سلیم عباسی - یہ گواہ بھی جلسہ میں وقوعہ کی شب موجود تھا کہ ملزم نے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کے بارہ

ہیں . . . . گستاخی بھرے الفاظ کہے جس سے لوگوں کے دل مجروح ہوئے اور مجمع میں اشتعال پھیلا - لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی - گواہ نے F i R کے موقف کی کی بھرپور تائید کی ہے -

گواہ نے جرح کے دوران کہا کہ لوگوں نے ملزم کو زیادہ زخمی نہ کیا تھا - گواہ نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ اسے علم نہ ہے کہ مولوی شیر محمد (مدعی) اور ملزم کے درمیان عیسائیت کے بارہ میں مباحثہ ہوتا رہتا ہے -

کونسل نے ملزم کی اس کو بھی گواہ نے غلط قرار دیا کہ ملزم عیسائیت کے بارہ میں سوال کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا -

۴ - P W نور احمد گواہ بھی اس جلسہ میں موجود تھا کہ ملزم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں گستاخی کی - گواہ نے وہ الفاظ دھرائے جو ملزم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارہ میں کہے تھے - گواہ نے جرح کے دوران کہا کہ ملزم کا اٹھنا بیٹھنا بھی مرزائیوں کے ساتھ ہے - گواہ نے اس کو غلط قرار دیا - کہ وقوعہ کی رات شور کی وجہ سے مولوی صاحب ملزم کا سوال صحیح طور پر نہ سن سکے -

بلکہ گواہ نے کہا کہ اس نے ملزم کے الفاظ خود سنے تھے -

۵ - P W - قاضی اشفاق احمد -

گواہ ٹاؤن کمیٹی سمہ سٹہ کا چیئرمین ہے - گواہ کے سامنے وہ کتابیں اپنے قبضہ میں لی تھیں - جو کہ ملزم مسجد میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا - گواہ وقوعہ کی شب مسجد میں موجود نہ تھا بلکہ اگلے روز جب مسجد میں میٹنگ ہوئی تو گواہ شامل تھا -

۶ - R W - معراج احمد - گواہ وقوعہ کی شب مسجد میں موجود نہ تھا - البتہ صبح جب اس واقعہ کے بارہ میں مسجد میں میٹنگ ہوئی تو گواہ موجود تھا اور اس نے وہ کتابیں دیکھیں جو کہ ملزم مسجد میں چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا - گواہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اس نے ملزم کو کبھی مسجد میں نماز پڑھتے نہ دیکھا ہے -

۷ - R W ولایت خاں -

A Si یہ تفتیشی افسر ہے - اس نے F i R کی تائید کی ہے - جرح کے دوران میں گواہ نے بتایا کہ ملزم کی صفائی دینے کوئی نہ آیا تھا - گواہ نے مزید کہا کہ گرفتاری کے وقت ملزم معافی مانگ رہا تھا - کہ غلطی ہو گئی ہے -

ملزم کا استفسار زیر دفعہ ۳۴۲ ض ف قلمبند کیا گیا - ملزم نے صحت جرم سے انکار کیا - اور اپنی صفائی میں چار گواہ پیش کئے -

۱ - D W شیر محمد ولد مولوی محمد یار - گواہ نے کہا کہ ملزم اس کا ہمسایہ اور صحیح العقیدہ مسلمان ہے - اور گواہ کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے - گواہ نے کہا کہ وہ ملزم کے والدین سے بھی واقف ہے - وہ بھی دیندار آدمی ہیں - جرح کے دوران گواہ نے بتایا کہ وہ وقوعہ کی شب جائے وقوعہ پر موجود نہ تھا - اس نے بعد میں وقوعہ کے بارے میں سنا - گواہ کی رہائش جائے وقوعہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے - گواہ نے کہا کہ اس نے پولیس کو صفائی پیش نہ کی تھی -

۲ - D W - احمد دین حاجی گواہ نے کہا کہ ملزم اس کا شاگرد رہا ہے - گواہ نے مزید کہا کہ اس نے ملزم کے والد کا جنازہ پڑھایا تھا - گواہ نے کہا کہ ملزم صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے - اور گواہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے - جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ وہ جس کیس کے بارے میں شہادت دینے آیا ہے اس کے بارے میں اسے علم میں نہ ہے - گواہ نے مزید کہا کہ وہ وقوعہ کی شب جلسہ میں موجود نہ تھا -

۳ - D W محمد نواز گواہ ملزم کا ہمسایہ ہے - گواہ نے کہا ملزم صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے - گواہ نے جرح کے دوران بتایا کہ اس نے سنا تھا کہ مدعی حافظ شیر محمد اور ملزم لڑے ہیں - گواہ خود موقع پر موجود نہ تھا - اس نے صرف سنا تھا - گواہ نے کہا کہ اس نے پولیس کو صفائی نہ دی تھی -

۴ D W - غلام فرید گواہ نے کہا کہ ملزم کا عقیدہ مرزائیت کا نہ ہے - وہ گواہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے - جرح کے دوران گواہ نے کہا کہ اس کو ملزم ہذا کے بارے میں علم نہ ہے کہ اس کے خلاف کس نوعیت کا مقدمہ ہے - اس لئے اسے وقوعہ کے بارہ میں کچھ علم نہ ہے - گواہ نے مزید کہا کہ اس نے پولیس کو ملزم کی صفائی نہ دی تھی -

فاضل کونسل ملزم PSi و کونسل مدعی کے دلائل سماعت ہوتے - شہادت جو صفحہ مثل پر ہے - اس کا بغور مطالعہ کیا گیا۔

پیغمبر اسلام کا لازوال معجزہ

اعجاز القرآن

اور اس کے وجوہ

اور

دیگر متعلقہ امور

(۲۵) آیات کے چھوٹے اور بڑے ہونے سے قرآن مجید کے مخصوص طرز بیان میں کسی قسم کا فرق نہیں پیدا ہوتا - انسانی کلام میں اس قسم کا تفاوت ہونا لازمی ہے -

(۲۶) قرآن مجید کے پڑھنے اور سننے والے اس سے کبھی نہیں گھبراتے اور یہ ان کے لیے ہمیشہ تازہ اور نیا رہتا ہے جو انبساط اور حسن بیان کا نتیجہ ہے یہ خوبی کسی کلام میں نہیں پائی جاتی خواہ وہ کتنا ہی شیریں کیوں نہ ہو۔

(۲۷) جب ایک شخص بلاغت کے مطالعہ میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اس میں ماہر ہو جاتا ہے - اور فصاحت میں عبور حاصل کر لیتا ہے یعنی فصاحت اس کے مطالعہ کو وسیع کرتی ہے - لیکن قرآن پاک اس شخص کو فصیح وبلیغ نہیں بناتا جو اس کو مسلسل پڑھتا رہتا ہے، اور اس میں مسلسل لگا رہتا ہے - یہ خصوصیت صرف اس کے اعجاز کی وجہ سے ہے تاکہ دوسری بلاغت کی کتابوں سے ممتاز رہے،

(۲۸) قرآن شریف میں اگر کوئی بھی اضافہ کیا جائے تو بڑی آسانی کے ساتھ تمیز کی جا سکتی ہے اور اگر الفاظ میں کوئی تبدیلی کی جائے تو وہ بھی فوراً ظاہر ہو جاتی ہے اور چھپائی نہیں جا سکتی۔

(۲۹) قرآن کے مخالفین اس کی مثال لانے سے قاصر رہے، باوجودیکہ اس کا یہ دعویٰ اب بھی قائم ہے اور اس کی مثال لانے سے اپنی ناقابلیت کا اعلان کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ان کا حسد کچھ کام نہ آیا اور انہوں نے اس کی مثال لانے سے مایوس ہو کر تلوار سے لڑنے کو ترجیح دی جس کے نتیجہ میں ان کے آدمی قتل وغارت ہوئے اور قیدی بنائے گئے۔

(۳۰) علامہ ماوردی کے نزدیک سب سے آخری وجہ الصرفہ ہے یعنی خود قرآن نے اپنی مثال لانے سے مخالفین کا منہ پھیر دیا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا قرآن کی مثال لانا ان کے بس ہی میں نہ تھا یا یہ کہ ان میں اس کی صلاحیت تھی، مگر سلب کر لی گئی تھی - پہلا عقیدہ معتزلہ کا ہے اور دوسرا اہل سنت کا، چونکہ یہ فلسفیانہ نازک مسئلہ ہے اس لیے میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔

• کیا قرآن میں سجع ہے؟

پچھلے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن پاک کا ایک جداگانہ طرز بیان ہے جسے نہ تو نثر کہا جا سکتا ہے اور نہ نظم، اب اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے، نثر چونکہ عموماً مسجع ہوتی تھی اس لیے پہلے اسی کو لینا چاہیئے اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قرآن میں سجع ہے یا نہیں - علماء کی ایک جماعت جو سجع کو حسن بیان اور فصاحت کا جزو تصور کرتی ہے اس خیال کی ہے کہ قرآن میں سجع ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت: قَالُوْا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُوْنَ وَمُوْسٰى-

ہم ہارون اور موسےٰ کے رب پر ایمان لائے۔

میں ہارون کو موسےٰ سے پہلے رکھا گیا ہے حالانکہ معکوس ترتیب عموماً استعمال ہوتی ہے جیسا کہ دوسری آیتوں میں ہے مگر یہ تبدیلی (یعنی ہارون کو موسےٰ سے پہلے رکھنا) سجع کی غرض سے کی گئی ہے سجع کا تقاضا ہے کہ اس جگہ الف مقصورہ ہو - یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تغیر بے ارادہ ہوا ہے جیسا کہ اس جگہ کے لیے کہا جاتا ہے جہاں کوئی قرآنی آیت وزن شعری کے مطابق پڑ گئی ہو - جس کی مثالیں بہت ہیں -

علامہ باقلانی کی رائے سجع کے خلاف ہے

وہ لکھتے ہیں قرآن میں سجع ہونے کی جو یہ دلیل پیش کی جاتی ہے وہ پوری طرح صحیح معلوم نہیں ہوتی اوّل یہ کہ قرآن میں اگر سجع ہوتا تو وہ عربوں کے طرز بیان سے جداگانہ نہ ہوتا اور اس صورت میں اس کی مثال لانا ممکن ہوتا اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کا سجع بھی غیر ممکن المثال ہے لیکن قرآن کو شعر ماننے کی صورت میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے اور اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اور پھر اس کے کوئی معنی نہ رہ جائیں گے کہ قرآن شعر نہیں ہے دوسرے یہ کہ سجع شاعری کی بنیاد ہے۔ یعنی وہ شاعری کا پہلا درجہ تھا جس نے بڑھتے بڑھتے شاعری کی موجودہ صورت اختیار کر لی۔ قرآن میں شاعری کی مذمت اور اس سے احتراز کا اعلان اس شدت سے کیا گیا ہے کہ دونوں میں دُور کا تعلق بھی نہیں مانا جا سکتا، اور قرآن میں سجع ماننے کی صورت میں اس تردید کا زور باقی رہنا مشکل ہو جائیگا۔ تیسرے یہ کہ جاہلیت کے کاہن سجع سے واقف تھے خود قرآن شریف اور حدیثِ نبوی :

وَلَابِقَوۡلِ کَاهِنٍ۔

یعنی یہ کسی کاہن کی تصنیف نہیں ہے

دونوں نے اس کا انکار کیا ہے

ایک مرتبہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے جنین کے بارے میں کہا :-

کیف ندی من لاشرب ولا اکل ولا صاح فاستھل الیس دمہ قد یطل

"اس کا انتقام کیسے لیں جس نے کھایا نہ پیا۔ اور نہ آواز کی۔ اس کا خون بغیر انتقام کے رہے"۔؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا :

"اسجاعۃ کسجاعۃ الجاھلیۃ اواسجعا کسجع الکھان۔

یعنی کیا یہ جاہلیت کی سی سجع ہے یا کاہنوں کی سی۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجع کو بُرا سمجھتے تھے۔

اب ان آیات کا سوال رہ جاتا ہے جو بظاہر سجع معلوم ہوتی ہیں لیکن درحقیقت وہ سجع نہیں ہیں بعض موقعوں پر قرآنی ترکیب سجع کے طرز کی ضرور ہے مگر وہ حقیقتاً سجع نہیں۔ سجع کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الفاظ کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اور معنی و مضامین کی کم اور قرآن میں زیادہ اہمیت معنی کی ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اس کے علاوہ سجع جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے ایک مخصوص طرز ادا کا نام ہے جس میں اگر ذرا بھی بے توجہی سے کام لیا جائے تو کلام انمل اور بے جوڑ ہو جاتا ہے اور اس کی ساری فصاحت خاک میں مِل جاتی ہے جیسا کہ اگر شاعری میں اس کے اصول کا خیال نہیں کیا جاتا تو وہ شعر نہیں رہ جاتا۔ اور اس کی فصاحت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بعض آیات قرآنی جن کو سجع کہا گیا ہے وہ دراصل سجع کے اصولوں کے مطابق نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے بعض جملے چھوٹے اور بعض اتنے لمبے ہیں کہ سجع کا حرف اس وقت آتا ہے جبکہ دوسرا جملہ پچھلے کا دو چند ہو جاتا ہے، جو سجع کے لیے ناپسندیدہ اور فصاحت کے خلاف ہے اس سے قرآن کی فصاحت میں خلل ماننا پڑے گا، جس کو اس کے مخالفین بھی نہیں کہتے۔ اگر ایسا ہوتا تو مخالفین خاموش نہ رہتے انہوں نے یقیناً اعتراض کیا ہوتا اور اس کو سحر کبھی نہ کہتے اس لیے سجع کو آیاتِ قرآنی پر منطبق نہیں کیا جا سکتا

آیاتِ قرآنی کے آخری حروف فواصل خود اپنی جگہ پر ایک مخصوص طرز کے ہیں، ان میں اور سجع و شعر کے قافیہ میں کوئی چیز مشترک نہیں۔ ایک آیت میں ہارون کو اوّل اور موسیٰ کو بعد میں اور دوسری جگہ اس کے برعکس رکھنے کی وجہ سجع نہیں، بلکہ اس سے مقصود ایک مفہوم اور ایک ہی قصہ کو مختلف الفاظ میں بیان کرنا ہے، جو لوگ فن بیان کے ماہر ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک ہی واقعہ کو مختلف الفاظ اور مختلف طریقوں سے بیان کرنا کتنا مشکل ہے، اس میں فصاحت کا قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک نے ایک ہی قصہ کو مختلف الفاظ اور مختلف پیرایوں میں بار بار بیان کرنے کے باوجود اپنی فصاحت کے معیار کو قائم رکھا ہے اور تکرار کی وجہ سے اس کی بلاغت میں کہیں بھی خامی نہیں پیدا ہوئی اور یہ تنوع بھی اس خوبی کا ایک رخ ہے جس نے قرآن کو معجزہ بنا دیا الفاظ کو آگے پیچھے رکھنے کا مقصد دوسرا ہے اور سجع سے فواصل کی یہ ظاہری مشابہت آیات قرآنی کو حقیقتاً سجع کے

زمرے میں نہیں لا سکتی۔

قرآن شاعری نہیں

شاعری کے تمام اصناف عربوں میں عام تھے۔ یہاں تک کہ لڑکے بھی نظمیں کہا کرتے تھے اور اس میں کوئی دِقّت نہیں محسوس کرتے تھے پچھلے صفحات میں یہ بات بار بار لکھی جا چکی ہے کہ قرآن پاک کا طرز بیان شاعری سے مختلف ہے اور یہ فرق قرآن کے معجزہ ہونے کی وجہ ہے ورنہ اگر قرآن شعر ہوتا تو اس کی مثال لانا ممکن ہوتا۔

قرآن بڑے زور و قوت سے اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ شعر نہیں ہے حسب ذیل آیات اس کی شاہد ہیں۔

(۱) وَمَا عَلَّمۡنَاهُ الشِّعۡرَ

ہم نے رسول کو شعر نہیں سکھایا۔

(۲) وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔

قرآن پاک کی آیتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ کفار نے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآنِ پاک ایک شاعر کا کلام ہے اس اعتراض کی تحقیق بہت آسان ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ جب مخالفینِ قرآن اُس کے طرز بیان پر متحیر ہوئے تو ان کو بے اصل اعتراضات پر مجبور ہونا پڑا چنانچہ انہوں نے کبھی کہا کہ یہ شاعری ہے اور کبھی دعوےٰ کیا کہ کسی کاہن کا کلام ہے علامہ باقلانی کا خیال ہے کہ ان اعتراضات سے مقصد یہ تھا کہ وہ قرآن پاک کو شاعری ہی کی کوئی صنف سمجھتے تھے (مگر پورے طور پر نہیں) جس سے وہ آشنا نہ تھے۔ اس پر شعر کا اطلاق انہوں نے اس وجہ سے کیا تھا کہ قرآن فطرت کا گہرا مطالعہ کرتا ہے، یعنی جس معنی میں فلسفیوں نے شعر کو لیا ہے اگرچہ اہلِ عرب کے نزدیک شاعری کی تعریف دوسری تھی ایک اور ضعیف وجہ یہ بھی بیان کی جا سکتی ہے کہ عوام نے اوزان شعر سے ناواقفیت کی بنا پر قرآنِ پاک کو شعر کہہ دیا۔

قرآن میں ایسی آیات بھی ہیں جو وزن میں مصرعہ سے مطابقت رکھتی ہیں۔ علامہ باقلانی نے ان آیات کو مع اوزان کے پیش کیا ہے۔ اختصار کے خیال سے یہاں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

وجفان کالجواب وقدورٍ راسیاتٍ

(اور پانی کے بڑے بڑے برتنوں جیسی ناندیں اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی دیگیں، سلیمان کے تابع جنات ان کے لیے بنایا کرتے تھے)

لیکن اس اعتراض کے جواب سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ شعر کہتے کسے ہیں۔ شعر کی تعریف ہے کہ "وہ کلام جو ارادۃً مقفیٰ رکھا گیا ہو اور جو وزن پر منطبق ہو اور جو اپنی جگہ پر مکمل تخیل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہو شعر کہا جاتا ہے۔

اس سے ظاہر ہُوا کہ شعر کے لیے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ وزن اور قافیہ ارادتاً ہو اور دوسری یہ کہ اس میں ایک سے زیادہ اشعار ہونے چاہئیں اور قرآن پاک کی بعض آیات غیر ارادی طور پر علم عروض کے مطابق ہیں جیسے بعض اوقات روزمرہ کی گفتگو میں بھی اتفاقاً کوئی فقرہ شعر کے وزن پر ہو جاتا ہے جیسے کوئی کہے۔

اغلق الباب واتنی بالطعام۔ یا۔ اسقنی الماء یا غلام سریعًا۔

یعنی دروازہ بند کر لو اور میرے لیے کھانا لاؤ، یعنی اے لڑکے مجھے پانی جلدی پلا۔

یہ جملے وزن کے مطابق ہیں مگر ایسا ارادۃً نہیں کیا گیا اس لیے ان کو شعر نہیں کہا جا سکتا اس کے علاوہ دوسری شرط کہ شعر میں ایک سے زیادہ بیت ہونی چاہئیں قرآن پاک کی آیات پر منطبق نہیں ہوتی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر قرآن شعر ہوتا تو یہ حقیقت یقیناً مخالفین قرآن کے علم میں ہوتی اور بغیر کسی لیس و پیش کے وہ یہ سمجھتے کہ قرآن شعر ہے اور یہ ناقابلِ قیاس ہے کہ پچھلے لوگوں نے وہ سمجھا جس کو معاصرین نہ سمجھ سکے تھے ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر مخالفین قرآن نے اس کو شاعری سمجھا ہوتا تو انہوں نے اس کا مقابلہ کیا ہوتا کیونکہ تمام اصناف شاعری پر انہیں قدرت حاصل تھی۔ قرآن شریف کی مثال لانے سے ان کی عاجزی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ قرآن کو شاعرانہ کلام تصوّر نہ کرتے تھے۔

● قرآن کے معارضین

تاریخ میں ایسے چند لوگوں کے نام بھی ملتے ہیں جنہوں نے پچھلی چودہ صدیوں کے دوران میں یا تو خود قرآن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی یا دوسروں نے ان کی تصنیف

کہ قرآن کے مقابلہ میں پیش کیا۔ ایسے لوگ دو قسم کے ہیں: (۱) وہ جنہوں نے پیغمبری کا ڈھونگ رچایا اور جھوٹا الہامی کلام بھی پیش کیا۔ (۲) وہ جنہوں نے محض فن کی حیثیت سے کچھ لکھا۔ انہوں نے یا دوسروں نے سمجھا کہ اس کو قرآن شریف کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے پہلی قسم کے لوگوں میں پانچ لوگوں کے نام لیے گئے ہیں۔ ان کے اس مشق کا نتیجہ خود ان کے انجام سے ظاہر ہے۔ ان میں سے دو تو بغیر کسی کامیابی کے مارے گئے۔ دو مسلمان ہو گئے اور پانچواں اپنی معمولی حالت پر آگیا۔

(۱) **مُسَیْلَمَۃ** = یمامہ کا رہنے والا تھا۔ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ واصحابہٖ وسلم کے آخری ایام میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اس نے مدینہ آنے اور اسلام قبول کرنے کے بعد یہ ڈھونگ رچایا اس سے اس کا مقصد بادشاہت کا حصول تھا۔ چنانچہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی یہ شرط پیش کی۔ کہ آپ اس کو اپنا شریک بنالیں یا اپنا جانشین مقرر کر دیں اس کا یہ دعویٰ تھا کہ رحمان نامی فرشتہ اس پر قرآن لایا تھا جس میں فصیلیں اور جملے تھے اس کا دعویٰ تھا کہ منصبِ پیغمبری بھی کہانت کا جزو ہے اس لیے اس کا کلام کاہنوں کی سجع کے مشابہ تھا اس کا نمونہ یہ ہے:

الفیل ما الفیل وما ادراک ما الفیل لہٗ ذنبٌ وبیل وخرطوم طویل۔

(یعنی ہاتھی! ہاتھی کیا ہے اور تم نے یہ کیسے جانا کہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کے ایک سخت دم ہے اور لمبی سونڈ۔)

اس نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سارا کلام احمقانہ اور ذلیل خیالات سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے انجام نے ثابت کر دیا کہ نہ وہ پیغمبر تھا اور نہ اس کا کلام وحی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ اوّل نے ایک بہت بڑی فوج بھیجکر اس کا خاتمہ کرایا اس نے اپنا کوئی نام لیوا نہ چھوڑا جو اس کا ذکر زندہ رکھتا اور صرف مسلمانوں کی تاریخوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔

(۲) **اسود عنسی**، اس کا نام ابہلہ تھا۔ یمن کا رہنے والا تھا۔ اپنی فصاحتُ بلاغت، خطابت، شاعری، سجع اور کہانت میں مشہور تھا اس نے آنحضرت صلعم کے آخری عہد میں دعوےٰ کیا کہ اس پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے لیکن اس نے وحی کے قرآن ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ جب مفروضہ وحی اس پر نازل ہوتی تو وہ اپنے سر کو جھکا لیتا اور تھوڑی دیر بعد اپنے سر کو اٹھا کر کہتا وہ (خدا) مجھ سے یہ باتیں کہتا ہے یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چوبیس گھنٹے قبل مارا گیا۔

(۳) **طلیحہ بن خویلد** قبیلہ اسد کا آدمی تھا اور عرب کے بہادروں میں گنا جاتا تھا وہ اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس کے پورے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔ جن میں وہ بھی تھا جب وہ وطن واپس آگیا تو پیغمبری کا دعوےٰ کر بیٹھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے قبیلہ میں بڑا مرتبہ حاصل کر لیا اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی ذوالنون نامی اس پر وحی لاتا تھا لیکن اس نے بھی اس کو قرآن نہیں کہا اس کے ساتھ کچھ فصیح لوگ تھے جو اس کا اتباع محض فرقہ بندی کے جذبہ اور بادشاہت حاصل کرنے کی غرض سے کرنے لگے اس کی صرف ایک وحی یاقوت نے نقل کی ہے۔ خلیفہؓ اوّل نے اس کی سرکوبی کے لیے ایک فوج بھیجی۔ فریقین میں جنگ ہوئی اور انجام کار طلیحہ شکست کھا کر ملک شام کو بھاگ گیا، اس کے بعد پھر مسلمان ہو گیا اور جنگ قادسیہ میں بڑی شجاعت دکھائی۔

(۴) قبیلہ تمیم کی ایک عورت سجاح بنت حارث اپنے ننہالی خاندان بنو تغلب میں رہتی تھی۔ یہ قبیلہ عیسائی تھا۔ سجاح نے ان کے مذہبی گیت یاد کر کے آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد پیغمبری کا دعوےٰ کر دیا۔ قبیلہ کے چند لوگ نے اس کی پیروی کی ان کو ساتھ لے کر اس نے خلیفہ اوّل کا مقابلہ کیا۔ راستہ میں بعض قبیلوں سے لڑی اور بعض سے صلح کی اسی زمانہ میں مسیلمہ کی قوت بھی بڑھ رہی تھی۔ وہ سجاح کے اس پروپیگنڈے کا حال سن کر خوفزدہ ہوا اور اس سے مل کر شادی کا پیام دیا۔ سجاح نے منظور کر لیا۔ اور دونوں کی شادی ہو گئی۔ سجاح نے بھی اپنی وحی کے قرآن ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ اسود اور طلیحہ کی طرح اس کا صرف یہ عقیدہ تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور کچھ مسجع عبارت بھی تیار کر لیتی تھی۔ مسیلمہ کے قتل کے بعد اس نے اپنا دعوےٰ ترک کر دیا اور دوسری

مرتبہ اسلام میں داخل ہو کر اپنی بقیہ زندگی ایک مسلمان کی حیثیت سے گذار دی۔

(۵) مشہور شاعر احمد بن الحسین متنبیؔ نے جو ۳۵۴ھ میں مارا گیا۔ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں پیغمبری اور اپنے اوپر ایک قرآن ہونے کا دعوےٰ کیا کچھ لوگ اس کے پیرو ہو گئے لیکن بعد میں وہ اس دعوےٰ سے باز آگیا اور اپنی بقیہ زندگی ایک معمولی انسان کی طرح گذار دی۔

دوسری قسم کے لوگوں میں چار نام بتائے گئے ہیں۔

(۱) نضر بن حارث یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمعصر تھا اس کی لڑکی کے اشعار حماسہ میں درج ہیں اس نے پیغمبری کا دعوےٰ تو نہیں کیا لیکن کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اس نے اہلِ عجم کی تاریخ اور ان کے ایسے قصے بیان کر کے جن سے عرب بالکل واقف نہ تھے۔ قرآن کا مقابلہ کیا، اس دعوے کی حماقت کی بنا پر کسی مورخ نے اس کی عبارتوں کا نمونہ تک دینا گوارا نہیں کیا۔

(۲) ابن مقفع اپنے زمانہ کا فصیح و بلیغ مصنف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو قرآن کے مقابلہ کے لیے وقف کر دیا لیکن پھر جو کچھ لکھا تھا، چاک کر دیا اور اس کو ظاہر کرنے میں بھی شرم محسوس کرنے لگا۔ دہریوں کا خیال ہے کہ اس کی الدرۃ الیتیمہ قرآن کے مقابلہ میں لکھی گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو متعدد بار چھپ چکا ہے لیکن اس امر کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ ابنِ مقفع نے کبھی قرآن کے مقابلہ کا دعوےٰ کیا ہو، یہ محض دہریوں کی من گھڑت ہے کہ اس نے قرآن کا مقابلہ کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ مذہب کے بارے میں متہم تھا۔

(۳) راوندی موسوم بہ احمد بن یحییٰ ابوالحسین متوفی ۲۹۳ھ یہ بھی دہریہ تھا اس نے مذہب کے خلاف بہت سی کتابیں لکھیں اور کہا جاتا ہے کہ التاج لکھ کر قرآن کا مقابلہ بھی کیا۔ ابوالفداؔ کا بیان ہے کہ مسلمان علماء نے راوندی کے تمام دلائل کی تردید کی، خاص کر اس کے دعویٰ کی کہ اس نے قرآن کا مقابلہ کیا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس نے قرآن کے مقابلے کے لیے التاج لکھی تھی۔ قیاس یہ ہے کہ اس نے دوسری کتابوں کی طرح اس میں بھی اعجاز قرآنی کے خلاف دلائل پیش کئے ہوں گے۔ معری نے اپنی کتاب الغفران میں راوندی کی التاج کے بارے میں لکھا ہے:

وَاَمَّا التاجہ فلا یصلح اَنْ یکون نعلاً وھل تاجہ الا کما قالت الکاھنۃ اُفٌ وتُفٌ۔

رہی اس کی کتاب التاج تو وہ جوتی ہونے تک کے قابل نہیں اس کی کتاب التاج کی کوئی حقیقت نہیں بجز اس کے جیسا کہ کاہنہ نے اس پر تف کیا ہے۔

(۴) ابوالعلا معری متوفی ۴۴۹ھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے الفصول والغایات فی مجارات السوّر والآیات لکھ کر قرآن کا مقابلہ کیا لیکن معری پر دہریوں کا یہ ایک بے بنیاد الزام ہے اس الزام کے خلاف ایک بیّن ثبوت بھی موجود ہے کہ خود معری نے اپنی کتاب الغفران میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

واجمع ملحد ومھتد ان ھٰذا الکتاب اللّذی جاء محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کتاب بھر بالاعجاز ولقی عدوہٗ بالارجاز ماحوی علیٰ مثال ولا اشبہ غریب الامثال ما ھو بالقصد الموزون ولا برجز ولا شاکل خطابۃ العرب ولا سجع الکھنۃ۔

ملحد اور مومن سب ہی اس بات پر متفق ہیں کہ محمدؐ کی لائی ہوئی کتاب اپنے معجزے کی وجہ سے سب پر چھا گئی اور اپنے دشمن کا مقابلہ سزا دہی کے ساتھ کیا۔ یہ کتاب کسی خاص نمونے پر تیار نہیں کی گئی۔ غیر مانوس طرز بیان سے بہت مشابہ نہیں رکھتی، یہ نہ تو مقفیٰ نظم ہے اور نہ رجز، اسے نہ تو عربوں کی خطابت سے کوئی مناسبت ہے۔ اور نہ کاہنوں کی سجع سے۔"

اس کے علاوہ جو کتاب قرآن کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہے اس کا نام الفصول والغایات ہے اور یہ الفاظ "فی مجاراۃ السوَرِ والآیات" محض تہمت کی بنیاد پر اضافہ کر لیے گئے ہیں۔

یادِ رفتگان

بطلِ حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ

خالد محمود وٹو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ۱۸۹۶ء میں بفہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بفہ کے مقامی سکول میں حاصل کی ۱۹۱۱ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے ضلع میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ مڈل کا امتحان پاس کر لینے کے بعد مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دینی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھا۔ دارالعلوم میں دورانِ تعلیم جمعیۃ طلباء دیوبند کی بنیاد رکھی۔ اور کافی عرصہ تک اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے رہے اس طلبہ تنظیم نے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد دنیا کی اس عظیم اسلامی یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے بعد میں اپنے آبائی گاؤں میں واپس آ کر دین کی ترویج و اشاعت کے لئے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر اس مدرسہ کے پہلے طالب علم ہیں۔

مولانا ایک مستند طبیب بھی تھے ان کا ذریعہ معاش طبابت ہی تھی۔

آپ نے سیاسی زندگی کا آغاز فرنگی سامراج کی جانی دشمن جماعت مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے کیا اسی تنظیم میں شمولیت کا نتیجہ تھا کہ وہ پوری زندگی سامراجی طاقتوں کے سخت دشمن رہے۔ تقسیم ہند سے قبل برصغیر خصوصاً پنجاب میں مجلس احرار کا طوطی بولتا تھا۔ مولانا ہزاروی باضابطہ طور پر ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار میں شامل ہوئے اور ضلع سیالکوٹ کے نائب امیر منتخب ہوئے۔ "تحریک ترک موالات" اور دیگر انگریز دشمن تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ صوبہ بہار کے ہندو مسلم فساد میں متاثر ہونے والے مسلمانوں کی فوز و فلاح کے لئے انتھک محنت کی اور اس دوران قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

قیام پاکستان کے بعد احرار نے سیاسی سرگرمیوں کو ختم کر کے اپنے آپ کو صرف دینی پلیٹ فارم تک محدود کر لیا۔ تو مولانا ہزاروی نے بھی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور صرف مسلک حقّہ کی ترویج و اشاعت کے لئے مصروف عمل ہو گئے۔ اور اپنے علاقہ کے لوگوں میں پیدا شدہ غیر اسلامی رسومات کے خاتمہ کے لئے رات دن محنت کی۔

۱۹۵۳ء میں جب سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا ہزارویؒ نے اس میں قائدانہ کردار ادا کیا اور مرزائی امت کی ریشہ دوانیوں سے عوام کو آگاہ کرنے کے لئے ملک گیر دورے کئے۔ شاہ جیؒ کے ایماء سے آپ نے گرفتاری نہیں دی اور حکومت کی تمام مشینری کو معطل کر کے رکھ دیا۔

۱۹۵۶ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ملتان میں علماء کا ایک ملک گیر کنونشن بلایا۔ جس میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو کا فیصلہ کیا گیا۔ جمعیۃ کی امارت کی ذمہ داریاں حضرت لاہوریؒ نے اس شرط پر قبول فرمائیں کہ مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ کا عہدہ قبول فرمائیں۔ تو وہ اس منصب کو سنبھال لیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ آزادی و حریت کے اس عظیم جرنیل نے حضرت لاہوریؒ اور دیگر اکابر کی توقعات سے بڑھ کر کام کیا۔

۱۹۶۲ء میں مولانا ہزاروی مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب

ہوئے جبکہ مولانا مفتی محمود قومی اسمبلی کے۔ بدنام زمانہ عائلی قوانین جو کہ ایوبی حکومت کے چہرے پر بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن میں اسلام کے متعین کردہ اصولوں کو یکسر پس پشت ڈال دیا گیا تھا جب اسمبلی میں پیش ہوئے تو صوبائی اسمبلی میں مولانا ہزاروی نے ان خلافِ اسلام قوانین کی اس انداز میں دھجیاں بکھیریں کہ اسمبلی کے ۴ ممبران کے سوا تمام ارکان نے متفقہ طور پر اس قرارداد کو مسترد کر دیا۔ ان چار ارکان میں تین خواتین اور ایک پرویزی مکتب فکر کا مرد شامل تھا۔

۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء میں جامعہ ازہر کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے اور وہاں مؤتمر میں مغربی فکر سے مرعوب ذہنیت کے ایک سوڈانی سکالر کے باطل نظریات کا خوب خوب جواب دے کر اسلام کی عظمت کا لوہا منوایا۔

۱۹۶۲ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے مؤسس ثانی حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے بعد جمعیۃ کے وجود کو قائم رکھنے کا سہرا جس شخص کو جاتا ہے وہ مولانا غلام غوث ہزاروی ہیں جنہوں نے وسائل کی قلت بلکہ نہ ہونے کے باوجود جمعیۃ کو منظم کیا۔ پورے ملک میں تنظیمی جال بچھایا۔ صرف مغربی پاکستان میں ۱۴۰۰ دفاتر قائم ہوئے۔ ایوبی حکومت کے خلافِ اسلام اور جمہوریت دشمن اقدامات کی بناء پر جب لوگ سڑکوں پر نکل آئے، تو جمعیۃ علماء اسلام جو ہزاروی گروپ کے نام پر جانی جاتی تھی نے اپنا تاریخی کردار کیا۔ جمعیۃ پر پابندی عائد ہو جانے کی بناء پر نظام العلماء پاکستان کے نام سے عوام سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ایک نیا پلیٹ فارم حاصل کیا گیا۔ اسی دوران ایوبی حکومت کے خلاف یوم نفاذ اسلام منانے کا اعلان کیا گیا اور لاہور میں دورانِ نماز شیرانوالہ گیٹ میں پولیس نے وحشیانہ لاٹھی چارج کیا اور حضرت مولانا عبیداللہ انور ناظم اعلیٰ نظام العلماء پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی گئی۔ ان حالات میں مولانا ہزاروی نے جمعیۃ کو تنظیمی اعتبار سے ایک سیسہ پلائی دیوار بنا دیا۔ جس کا اظہار ۱۹۶۸ء میں لاہور میں نظام شریعت کانفرنس کے انعقاد پر ہوا۔ اور اس کے بعد ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں ہوا۔ جب جمعیۃ علماء اسلام نے افرادی قوت کے اعتبار سے مغربی پاکستان کی دوسری بڑی پارٹی کے طور پر ابھری۔ انہیں انتخابات کے نتیجہ میں صوبہ سرحد میں جمعیۃ نے حکومت قائم کی اور مولانا مفتی محمود نے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا۔

۱۹۷۰ء کا دور مولانا غلام غوث ہزاروی کی مقبولیت کے عروج کا دور تھا۔ بے سروسامانی کے باوجود مولانا ہزارویؒ نے اپنے رفقاء کے ہمراہ پاکستان کی سیاست میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے بعد جب ادھر ہم اور ادھر تم کا نعرہ لگا کر ملک کو توڑنے کی کوشش کی جا رہی تھی تو مولانا ہزاروی نے مولانا مفتی محمود کے ہمراہ شیخ مجیب الرحمٰن اور یحییٰ خان سے ملاقاتیں کیں اور ڈھاکہ میں ہونے والے اجلاس کے التوا کی مخالفت کی۔

پاکستان میں بدقسمتی سے سیاسی لیڈر ہمیشہ غیر ملکی اشاروں پر ناچتے رہے ہیں۔ لیکن مولانا ہزاروی سیاست میں بیرونی مداخلت کی ہمیشہ مخالفت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سامراج کی آلۂ کار تنظیموں کے سخت دشمن تھے جو غیر ملکی آقاؤں کے اشارہ پر پاکستان میں دائیں اور بائیں کی تفریق پیدا کر کے ملک میں خانہ جنگی پیدا کرنا چاہتی تھیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنے مسلک اور دین کو ہر چیز پر مقدم رکھا۔ اور ان دو چیزوں کے بارے میں کبھی بھی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں مولانا مودودی کے نظریات کو باطل تصوّر کرتے تھے۔ اور آخر دم تک اس میدان میں کام کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدہ ہونے کی بنیادی وجہ بھی جماعت اسلامی اور نیپ سے جمعیۃ علماء اسلام کا اتحاد تھا۔ انہوں نے اپنی پوری سیاسی زندگی تو داؤ پر لگا دی لیکن جن چیزوں کو غلط سمجھتے تھے ان کے قریب تک نہ گئے۔ اور حالات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مولانا ہزارویؒ کے خدشات بالکل بجا اور درست تھے۔ سیاسی زندگی میں ان پر قاتلانہ حملے بھی

ہوئے لیکن وہ اپنے مؤقف پر چٹان کی مانند ڈٹے رہے۔ اور اسی گناہ کی وجہ سے پرایوں نے تو جو کیا سو کیا اپنوں نے بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بہرحال اس سلسلے میں آنے والا مؤرخ ہی صحیح تجزیہ کر سکے گا۔

پاکستانی معاشرے کے اندر طبقاتی ناہمواریوں کو وہ سخت ناپسند فرماتے تھے۔ وہ شاہ ولی اللہؒ اور مولانا عبیداللہ سندھی کے فکر کی روشنی میں معاشی انقلاب برپا کرنے کے خواہش مند تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ پاکستان میں سوشلزم کا راستہ روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ملک میں صحیح معنوں میں اسلام کا معاشی نظام نافذ کر دیا جائے۔ سوشلزم کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ کوئی نیا نظام نہیں۔ بلکہ احساس محرومی کا شکار ہونے والے غریب طبقے کے اندر پیدا ہونے والا ردِ عمل ہے۔ جو سرمایہ دار کی زیادتی کے خلاف پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ردِ عمل کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ غریب طبقے کو بھی ضروریاتِ زندگی وافر مقدار میں میسر ہونی چاہئیں۔ تاکہ سارا دن مزدوری کرنے والا انسان بھی پیٹ بھر کر کھانا کھا سکے۔ وہ فرماتے تھے کہ اسلام اعتدال کی راہ ہے جو معاشرے سے طبقاتی ناہمواری کا خاتمہ کرتا ہے اور انسانوں کے

STANDRED OF LIVING

میں کوئی امتیاز پیدا نہیں کرتا۔ مولانا کے ان افکار کی بناء پر اسلام کے نام نہاد ٹھیکے دار انہیں "سرخہ" اور نہ جانے کن کن الفاظ سے پکارتے تھے لیکن وہ عظیم الشان اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے زمانے کے تبصروں سے بے نیاز ہو کر چلتا رہا۔ اسی فکر کے نتیجہ کے طور پر پاکستان کا مزدور طبقہ جمعیۃ علماء اسلام کا ہمنوا ہو گیا۔ اور سوشلزم کے لئے راستہ ہموار کرنے والوں کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔

۱۹۷۲ء میں جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدگی اختیار کر لینے کے بعد مولانا ہزاروی کو حکومت کا حلیف تصور کیا جاتا تھا۔ اور کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں نے ان پر طرح طرح کے الزامات بھی عائد کئے لیکن اس مرد درویش کے دامن پر ذاتی مفاد کا کوئی دھبہ نظر نہیں آتا۔ انہوں نے بفہ کے جس مکان سے۔ اپنی سیاست کا آغاز کیا اسی مکان سے جنازہ اٹھا اور ۱۰ سال تک اسمبلی کا ممبر رہنے کے باوجود نہ تو کوئی شاندار بنگلہ چھوڑا نہ کوئی کار اور نہ ہی رقم۔ بلکہ بیالیس روپے کے مقروض ہو کر اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔

ایسے عظیم لوگ نرگس کی ہزار سالہ آہ و زاری کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ آج ان کے چلے جانے کے بعد وہ خوب یاد آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

انسان کی حقیقت

عام طور پر انسان کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ دو پاؤں، دو ہاتھ، دو آنکھیں، بتیس دانت، دو کان، ایک ناک اور قد سیدھا ہونے کا نام انسان ہے حالانکہ یہ چیز حقیقتاً انسان نہیں ہے، البتہ انسان کا لفافہ ضرور ہے جس طرح کہ خط لفافہ کو کہا جاتا ہے حالانکہ لفافہ خط نہیں ہوتا بلکہ لفافہ کے اندر خط ملفوف ہوتا ہے اگر لفافہ کے اندر خط نہ ہو تو لفافہ بے کار اور فضول ہے۔ اسی طرح اگر اس لفافہ کے اندر انسانیت پائی جائے تو پھر یہ لفافہ قابلِ قدر ہے اور اگر اندر انسانیت کا جوہر نہیں ہے تو پھر یہ لفافہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے اور وہ شکلِ انسانی جس میں انسانیت کا جوہر نہ ہو اس کی ردّی کی ٹوکری دوزخ ہے۔ (حضرت لاہوری قدس سرہ۔

ایڈیٹر

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر کی سرزمین کتنی خوش قسمت ہے کہ وہ ہر دور میں اہل فضل و کمال سے سرسبز و شاداب رہی۔ تاریخ کے اوراق میں یہاں کے ارباب کمال کی بکھری ہوئی تفصیلات سے ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ بہت سے اہل قلم نے اس سلسلے میں کام کیا بھی لیکن ہنوز ایسے رجال کار کی ضرورت ہے جو آسمان علم و فضل کے ان درخشندہ ستاروں کی ضوفشانیوں پر تفصیلی قلم اٹھائیں۔ اور دنیا کو بتائیں کہ اس مٹی کے نیچے کیسے کیسے خزانے پوشیدہ ہیں۔

آخری چند صدیاں تو اور زیادہ خوش قسمت ہیں کہ ان میں ایسے ایسے حلقے اور خاندان سامنے آئے جن سے ایک عرصہ تک علم کے چشمے ابلتے رہے ان خاندانوں میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحؒ، حضرت سید شاہ علم اللہ رائے بریلوی رحؒ جد امجد حضرت امیر المومنین سید المجاہدین سید احمد شہید قدس سرہٗ، مولانا قطب الدین انصاری سہالوی، مولانا محمد یحیٰی الہ آبادی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور آخر میں فیلسوف ہند حکیم الامت حضرت الامام السید ولی اللہ دہلوی کے خاندان شامل ہیں۔

پس اس آخر الذکر خاندان کے پہلے بزرگ جو یہاں تشریف لائے وہ حضرت شیخ شمس الدین ہیں۔ امداد فی مآثر الاجداد کی روایت کے مطابق انہوں نے رہتک کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اس شہر کے وہ مفتی تھے نیز یہاں ان کا عظیم الشان مدرسہ تھا۔ اس خاندان میں شیخ شمس الدین کے بعد دینی و دنیوی جاہ و منصب کا یہ سلسلہ قائم رہا تاآں کہ آپ کے جد امجد شاہ وجیہ الدین رحؒ نے غازی اورنگ عالمگیر مرحوم کی رفاقت میں "دو کھجوہ" کے مقام پر وہ داد شجاعت دی کہ اورنگ زیب رحؒ خوشی و مسرت سے کھل گیا۔ پھر دکن میں سیواجی کی چیرہ دستیوں کے استیصال کے لئے آپ کو لشکر دے کر بھیجا گیا اسی سفر میں برہان پور کے قریب آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ تھے۔ خود شاہ ولی اللہ رحؒ نے اپنے والد بزرگوار کے متعلق جو تفصیلات دی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ علم و فضل کے اعتبار سے اس دیار کے بہت بڑے آدمی تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و ترتیب کے کام کی نگرانی بغیر کسی معاوضہ ان کی کتاب حیات کا سنہری ورق ہے۔ انہی کا مدرسہ رحیمیہ دہلی کی وہ درسگاہ تھی جسے ان کے بعد شاہ ولی اللہ رحؒ اور ان کے بعد ان کے صاحبزادگان نے رونق بخشی اور دیار ہند کا کوئی عالم ایسا نہ رہا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس درسگاہ کا فیض یافتہ نہ ہو۔

انہی شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے یہاں ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ ۲۱ر فروری ۱۷۰۳ء کو حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے چار سال کے بعد غازی اورنگ زیب عالمگیر رحؒ نے وفات پائی جو گویا سلطنت مغلیہ کے زوال کا آغاز تھا۔

شاہ صاحب جس غضب کے انسان تھے اس کا اندازہ آپ کے شیخ و استاذ حضرت شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہٗ کے قول سے ہوتا ہے جن سے آپ نے حجاز مقدس میں حدیث پاک کے فن میں استفادہ کیا، وہ فرماتے ہیں "انہ یسند عنی اللفظ وکنت اصحح منہ المعنیٰ" مجھ سے لفظوں کی سند لیتے ہیں اور میں ان سے صحت معنی کی سند لیتا ہوں۔ (الیانع الجنی بحوالہ نافعہ ص ۲۷)

مولانا شبلی تاریخ علم الکلام) میں لکھتے ہیں:۔

ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد خود انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا، لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانے میں جبکہ اسلام کا نفس واپسیں تھا شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی

نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔

حضرت شاہ صاحب کے زمانے میں یہاں جس قسم کی افراتفری، انتشار، بدنظمی اور طوائف الملوکی تھی اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ شاہ صاحب نے دس مغل بادشاہوں کا دور دیکھا۔ سادات بارہہ کی بادشاہ گری کے ہولناک تماشے اسی دور میں رونما ہوئے۔ مغل بادشاہوں کا قتل۔ ان کی آنکھیں نکلوا دینا اور شہزادوں کی ایک کھیپ کو تہہ تیغ کر دینا اسی دور کے المناک واقعات ہیں۔ نادر شاہ نے اس دور میں جو کیا وہ ایک الگ داستان ہے احمد شاہ ابدالی نے مسلسل حملے کئے، تورانی و ایرانی امرا کی کشمکش زوروں پر رہی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی طاقتوں نے تدریج ملکی سیاسیات میں دخل اندازی شروع کر دی۔ بنگال میں انگریزی اقتدار اور مدراس میں جزوی اقتدار اسی دور کی باتیں ہیں۔ شاہ صاحب یہ تمام حالات دیکھ رہے تھے انہوں نے کمال درجہ دور اندیشی اور جرأت کے ساتھ حالات کی اصلاح کے لئے کوشش شروع کر دی۔ آپ نے زندگی کے ہر میدان اور علم کے ہر شعبہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان کے اقتصادی، معاشی اور اصلاحی نظریات کی طرف اشارہ کریں گے اور بس۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ اب بھی ایسا ہے جن کے نزدیک ان مسائل کی کوئی اہمیت نہیں وہ انہی بنیادوں پر دنیا میں آنے والے انقلابات سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ چند فرائض و اعمال کی بجا آوری کو انہوں نے نجات کے لئے کافی سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں وہ خدا جس نے اپنی آخری اور لازوال کتاب میں اصلاح عقائد پر بے پناہ زور دیا اور لوگوں کو ایک خدا کی عبادت و بندگی کی طرف توجہ دلائی۔ اسی خدا نے اپنی اسی آخری کتاب میں معاشی و اقتصادی مسائل پر بھرپور انداز میں گفتگو کی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے ان مسائل کو عملاً حل کیا اور اس راہ کی ایک ایک بے اعتدالی کو دور فرمایا ——— افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور زوال میں ان تمام حقیقتوں سے منہ موڑ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زندگی کے ہر میدان سے ہٹ گئے۔ آج مسلم معاشرے میں جو بے اعتدالی اور افراط و تفریط ہے جس قسم کی معاشی اونچ نیچ ہے بعض لوگ اسے خدائی "تقسیم" قرار دیتے ہیں اور اسے انسانوں کی قسمت سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ یہ انسان کی ظلم و زیادتی کا ثمرہ ہے اس کا خدا کی تقسیم اور انسانوں کی قسمت سے کوئی تعلق نہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی کتابوں میں ان مسائل پر بھرپور توجہ دی خاص طور پر حجۃ اللہ البالغہ جیسی نادر کتاب میں متعدد ابواب ایسے ہیں جن میں ان مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ وہ کتاب ہے جو اسرار علوم دین پر غالباً پہلی اور باقاعدہ تصنیف ہے۔ مصر و ہند کے اداروں نے اسے چھاپا اس کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے اور اس پر بہت سے لوگوں نے مزید علمی کام کیا۔ شاہ صاحب نے جو کچھ اس ضمن میں لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

- جو معاشرہ کسی کی محنت کی قدر نہیں کرتا اور اس کی مناسب اجرت ادا نہیں کرتا۔ مزدور اور مزارع پر ناقابل برداشت محصول عائد کرتا ہے وہ قوم کا دشمن ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اس معاشرے کو مٹ جانا اور ختم ہو جانا چاہیئے۔
- عیاشی کے مراکز، جوا اور قمار بازی کے اڈے یک قلم ختم کر دئے جائیں کہ دولت کی منصفانہ تقسیم ان کی موجودگی میں ناممکن ہے۔
- پیداوار اور آمدنی کے لئے ہر فرد کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیئے اگر ایسا نہ ہوگا تو معاشرتی خرابیاں پیدا ہوں گی
- مزدور اور کاشت کار کی حیثیت قوت کاسبہ کی ہے جو لوگ ملک و قوم کی خدمت کے لئے تگ و دو نہیں کرتے وہ ملکی دولت میں حصہ داری کا مستحق نہیں۔
- دولت کے مستحق وہی لوگ ہیں جو اجرت زراعت یا دفاعی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملک و قوم کی خدمت کرتے ہیں۔
- مزدور کے اوقات کار کی تعین ضروری ہے تاکہ وہ مناسب طریق سے اپنی اخلاقی اصلاح اور روحانی پاکیزگی کے لئے قدم اٹھا سکے۔
- تجارت باہمی تعاون کے اصول پر ہونی چاہیئے اور اس سلسلے میں بھاری بھرکم محصولات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔
- زمین کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے ملک کے باشندوں کی حیثیت فقط اتنی ہے جتنی کہ مسافر خانے میں قیام کرنے والے کسی مسافر کی ہوتی ہے۔
- بہ حیثیت انسان تمام لوگ یکساں ہیں کسی کو ملک الناس اور شہنشاہ قسم کے القابات و خطاب کی اجازت نہیں۔
- ریاست کے امیر کی حیثیت کسی وقف کے متولی کی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنی ایک دوسری کتاب البدور البازغہ میں انسان کے بنیادی حقوق کی وضاحت فرمائی ہے اس کے مطابق رہائش کے لئے مکان، کھانے پینے کی چیزیں، پہننے کے لئے کپڑا سلسلہ ازدواج کے لئے وسائل اور بچوں کی تعلیم و تربیت۔

یہ ضروریات وہ ہیں جن کا ہر کسی کو حق ہے چاہے وہ کسی مذہب و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ عدل و انصاف جان و مال کے تحفظ عزت و ناموس کی حفاظت۔ اور شہری حقوق میں یکسانیت ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔

- اپنی زبان، تہذیب اور ثقافت کو محفوظ رکھنا اور زندہ کرنا ہر فرقے اور ہر جماعت کا حق ہے۔

مذہبی معاملات میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے طور طریق کے مطابق عبادت کا حق رکھتا ہے کسی کو کسی کی دل آزاری کا حق نہیں بنیادی سچائیاں ہر مذہب میں یکساں ہیں اور جو لوگ تفرقہ بازی کرتے ہیں دھندا کرتے ہیں وہ ملک اور قوم کے بدترین دشمن ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے ارشادات جن کا خلاصہ بڑے ہی اختصار سے ہم نے پیش کیا ہے۔ ان کی تفصیلات پر مستقل کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اور اگر ان اصول و ضوابط کا لحاظ و خیال کیا جائے تو ہمارے یہاں جو بے راہ روی اور بے اعتدالی ہے وہ ختم ہو سکتی ہے۔

شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے سب سے بڑے شارح اور ترجمان حضرت امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رح نے روس کے کمیونسٹ انقلاب کے چند سال بعد افغانستان سے ترکی جاتے ہوئے روس کا راستہ اختیار کیا تو کچھ عرصہ روس میں بھی قیام فرمایا۔ اس دوران آپ نے کمیونسٹ انقلاب کے ذمہ دار رہنماؤں سے اسلام کے معاشی نظام پر گفتگو کی۔ آپ نے فکر و فلسفہ ولی اللّٰہی کی روشنی میں یہ حقائق الم نشرح کئے تو روسی رہنماؤں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مولانا خود فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اس پر پریشان تھے کہ اب تک انہیں ان حقائق کی طرف کسی نے توجہ نہیں دلائی ورنہ اتنی بڑی خونریزی کی ضرورت نہ پڑتی۔ تاہم ایک بات ایسی ہے جسے مولانا بڑے دکھ سے ظاہر کرتے ہیں کہ جب مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ یہ نظام مسلمان آبادی میں عملاً بھی کہیں ہے تو میں شرمندہ ہو کر رہ گیا ———

عزیزان گرامی آج جو صورت حال ہے وہ ہم سب کے سوچنے کی ہے۔ ساری مسلم دنیا میں قومی دولت جس بے دردی سے ضائع کی جا رہی ہے اور ایک محدود طبقہ ہر ملک کے وسائل پر اپنا تسلط جمائے ہوئے ہے وہ اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے فقیہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہٗ مزارعت کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن آج یہاں ہر کسی نے اس کو گلے لگا رکھا ہے۔ کرایہ پر مکانات دینے کا سلسلہ ہمارے یہاں زوروں پر ہے لیکن فقہا کا ایک طبقہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ کانیں حکومت کا حق ہیں اور ساری آبادی کا سرمایہ۔ لیکن محدود لوگ ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ مزدور کو مزدوری صحیح نہیں ملتی۔ مراعات یافتہ جاگیردار اپنے مزارعہ پر آج بھی ظلم توڑتے ہیں۔ ان تمام اسباب کے نتیجہ میں قومی اخلاق تباہ ہو کر رہ گئے ہیں اخلاقی قدریں مٹ چکی ہیں اور معاشرہ کی صورت یہ ہو چکی ہے کہ ایک طرف طویل و عریض کوٹھیاں۔ پرتعیش مکانات اور مسرفانہ اسباب حاصل ہیں تو دوسری طرف بڑی آبادی بنیادی وسائل سے محروم ہے ——— یہ طریقہ اسلامی تعلیمات سے یکسر منافی ہے اور نرا ظلم ہے۔ شاہ ولی اللہ رح نے اس صورت حال کی طرف توجہ دلائی اور آج بھی ضرورت ہے کہ اس صورت حال کی اصلاح کی جائے ورنہ یہ ظالمانہ نظام جس کا جوا ہم نے اپنی گردن میں لٹکا رکھا ہے کسی بھی وقت کسی انقلاب کا باعث بن سکتا ہے۔ اور وہ انقلاب ایسا ہوگا جو ظلم و زیادتی کے محلات کو مسمار کر کے رکھ دے گا۔

اس وقت سے پہلے حالات کی اصلاح ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق دے۔

میزان الحق کا ایک مطالعہ

محمد اسلم رانا مرکز تحقیق مسیحیت — ملک پارک شاہدرہ لاہور

پادری "سی جی فانڈر" اسلام کے خلاف اپنی کتاب "میزان الحق" کا پہاڑ کھڑا کر گیا ہے۔

ہے — میزان الحق میں لکھا ہے:-

"خدا پاک عادل ہے اور جو لوگ فرعون کی طرح اس کے خلاف اپنے دلوں کو سخت کرتے ہیں ان کو سزا دے سکتا ہے۔" (ص۱۷)

کتاب خروج میں موسیٰ کو حکم ہوتا ہے:-

"جو جو حکم میں تجھے دوں، سو تو کہنا اور تیرا بھائی ہارون اُسے فرعون سے کہے وہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک سے جانے دے اور میں فرعون کے دل کو سخت کر دوں گا اور اپنے نشان اور عجائب ملک مصر میں کثرت سے دکھاؤں گا۔"

(باب ۷۔ درس ۲-۳)

اس کے بعد بار بار لکھا ہے:

(مثلاً) "اور فرعون کا دل سخت ہو گیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے ان کی نہ سنی۔"

(خروج ۷: ۱۳)

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا فرعون کے پاس جا۔ کیونکہ میں ہی نے اس کے دل اور اس کے نوکروں کے دل کو سخت کر دیا ہے تاکہ میں اپنے یہ نشان اُن کے بیچ دکھاؤں۔" (خروج ۱۰: ۱)

یعنی موسیٰ اور ہارون کو فرعون کے پاس بھیجنے سے پیشتر خدا نے کہہ دیا تھا کہ میں فرعون کے دل کو سخت کر دوں گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دے گا۔ آگے اس ارادے کی عملی تکمیل اس طرح کی کہ نہ صرف فرعون بلکہ اس کے نوکروں کے دل بھی سخت کر دیئے۔ لیکن ہمارے عالم و فاضل پادری لکھ رہے ہیں کہ فرعون نے اپنے دل کو سخت کر لیا تھا۔

اور پھر وہ اچھا پاک و عادل خدا ہے کہ خود ہی فرعون کا دل سخت کرتا ہے اور پھر خود ہی اس کی پاداش میں اسے سزائیں بھی دیتا ہے۔

سبحان اللہ! پاکیزگی اور عدل کے مسیحی معیار کے کیا کہنے! اگر پاکیزگی اور عدل یہ ہے تو جبر اور ظلم و ستم کسے کہتے ہیں؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

"دیگر مذاہب کی کتابیں ہم کو کچھ نہیں بتلاتیں کہ خدا نے انسان کو کس مقصد سے پیدا کیا۔"

۷۔ قرآن پاک میں صاف الفاظ میں بزبان خداوندی مرقوم ہے:

"اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو۔"

(الذاریات آیت ۵۶ کا ترجمہ)

پھر سورۂ ملک میں مزید وضاحت ہے:-

"جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام۔" (آیت ۲)

فانڈر نے خود ہی کیا خوب لکھا ہے:-

"انسان جب چاہے یوں کر سکتا ہے کہ دوپہر کے وقت بھی اپنی آنکھیں بند کرے اور جو نور بخشتا ہے اسے نہ دیکھے لیکن جو کوئی تاریکی میں چلنا پسند اور اختیار کرتا ہے ضرور گمراہ ہو گا۔" (ص۹۵)

تثلیث کی بنیاد ختم!

"تثلیث مقدس کی تعلیم متی ۲۸: ۱۹ اور بہت سے اور مقامات میں نہایت صفائی اور صراحت سے دی گئی ہے۔" (ص۱۴۲)

متی ۲۸: ۱۹ کا حوالہ یوں ہے:-

"پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ۔ اور ان کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔"

ہم عرض کریں گے کہ اور بہت سے مقامات میں نہایت صفائی اور صراحت سے تثلیث مقدس کی تعلیم کہیں بھی درج نہیں ہے۔ تثلیث کے حق میں سب سے بڑا حوالہ یہی ہے اور اس میں بھی زیادہ سے زیادہ باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دینے کی ہدایت ہے۔ تثلیث کے نام سے "توحید ذات باری تعالےٰ میں الٰہی و غیر منقسم تثلیث (ص۲۲۵) کی جو "پرواز" اور "راز و اسرار سے پُر" (ص۲۲۹) تعلیم اور گورکھ دھندا مسیحیوں میں رائج ہے بائیبل میں اس کی کوئی تعلیم، بیان، وضاحت، صراحت، تشریح بالکل نہیں ہے —

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے تثلیث کے حق میں بڑے سے بڑا متی ۲۸: ۱۹ والا حوالہ ہی ہے اسے بھی اب محققین نے جعلی، الحاقی اور مسیح کا غیر مصدقہ قول قرار دے دیا ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(A COMMENTARY ON THE HOLY BIBLE BY THE REV: J-R DUMMELOW: 1940

"مسیح کے صعود کے بعد لکھا جانا انجیلی صداقت کے خلاف ہے تو قرآن کا کیا حال ہو گا؟ قرآن بھی تو جیسا مشکوٰۃ المصابیح اور دیگر مستند کتب اسلامیہ میں مرقوم ہے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) کی وفات کے بعد جمع کیا گیا تھا۔" (ص۱۰۴)

پادری فانڈر کی چالاکی سے بھرپور اور فریب کاریوں سے معمور تحریر کا جادو صرف ایسے جہلا پر ہی چل سکتا ہے جو "لکھا جانا" اور "جمع کیا جانا" کے درمیان فرق نہ کر سکتے ہوں۔

مسئلہ تحریف کی خوب تحقیق کرنے کے بعد زمانۂ حال میں بڑے بڑے نامی گرامی اسلامی علمائے ہند و پاک اس بات کے معترف ہو گئے ہیں کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابیں مبدلہ اور مغیرّہ نہیں — اور جیسا کہ جہلا کا خیال ہے وہ محرفہ بھی نہیں۔ (ص۱۲۰)

مذکورہ بیان ایک واقعاتی امر ہے کہ تحقیق، تفتیش قدیم لائبریریوں کے چکر کاٹنے یا پرانے نسخے ٹٹولنے والا معاملہ ہرگز نہیں ہے۔ اگر فانڈر واقعاتی امور میں ایسا سفید جھوٹ بول سکتا ہے تو جس معاملہ کی بناء پر اسلام کے خلاف میزان الحق کا پہاڑ کھڑا کیا گیا ہے اس کی حقیقت محتاج بیان نہیں۔ (باقی باقی)

بقیہ: اعجاز القرآن

مصر کے ایک جدید رسالہ الزہراء جلد اول ص ۳، ۲۱۰ اور ۵۵۹ میں اس کتاب کا ذکر آیا ہے اس مضمون کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا طرز قرآن شریف سے بالکل مختلف ہے۔ معری پر قرآن کے مقابلہ کا الزام لگانا بالکل غلط ہے۔ ذاتی اور ملحدانہ خیالات سے قطع نظر جس نے

ملزم پر یہ الزام ہے کہ اس نے حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے۔ گستاخانہ الفاظ مدینہ مسجد سمہ سٹہ میں مجمع عام میں کہے گئے۔ جس کی تائید تمام گواہان استغاثہ نے کی۔ باقی الزامات کہ ملزم کافر ہے۔ مرزائی ہے وغیرہ وغیرہ ملزم کے کردار کو اجاگر کرنے کے لئے لگائے گئے ہیں۔ اور یہ الزامات ثانوی حیثیت کے حامل ہیں۔ شہادت استغاثہ کے مطابق ملزم کے خلاف عائد شدہ جرم ۲۹۵A ت پ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ملزم نے مجمع عام میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے کہ جن کو سن کر حاضرین مجلس کے جذبات مجروح ہوئے۔ اور حاضرین اشتعال میں آ گئے۔

اور امن عامہ میں خلل پیدا ہوا۔

ملزم نے اپنی شہادت صفائی میں سارا زور اپنے آپ کو صحیح العقیدہ مسلمان ثابت کرنے میں صرف کیا ہے۔ جبکہ اس نے ایسی کوئی شہادت پیش نہ کی ہے جس سے ثابت ہو سکتا ہو کہ ملزم نے جلسہ کے اندر کس قسم کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ اور یہ کہ اس نے کچھ بھی نہ کہا تھا۔

اور مدعی پارٹی نے اس کے خلاف دشمنی یا ذاتی رنجش کی بنا پر یہ مقدمہ قائم کرا دیا ہے۔ ملزم کے پیش کردہ گواہان میں سے کوئی بھی پولیس کو صفائی دینے نہ گیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملزم جذبات میں آ کر یا کسی اور وجہ سے واقعی نازیبا الفاظ مجمع عام میں کہہ بیٹھا۔ ملزم مسلمان ہے یا مرزائی یا کسی اور مذہب کا پیروکار عدالت اس کے عقیدہ کے بارہ میں فیصلہ نہیں کرتی۔ بلکہ عوام کی شکایت پر عدالت نے صرف اس بات کا نوٹس لیا ہے۔ کہ ملزم نے ایک برگزیدہ ہستی کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور یہ جرم ملزم کے خلاف ثابت ہو گیا ہے۔ ملزم اس الزام کی تردید میں نہ زبانی شہادت پیش کر سکا اور نہ ہی کوئی تحریری ثبوت۔

پس میں ملزم کو جرم زیر دفعہ ۲۹۵A ت پ کا مرتکب سمجھتے ہوئے ایک سال قید با مشقت کی سزا دیتا ہوں۔

حکم اجلاس عام میں سنایا گیا۔

۸۲/۱/۳۱ دستخط عدالت

بحروف انگریزی

ذکرُ اللہ جل جلالہ

ظاہر ہے کہ جب ذکر اللہ روح عالم، روح کائنات، روح قلب و جان اور روح اعمال و افعال ہے تو ذکر اللہ ہی تمام اعمال میں افضل ترین عمل بھی ہو سکتا ہے ——————

اسی لیے حدیث نبویؐ میں ذکر اللہ کو "خیر الاعمال"۔ "بہترین عمل" "پاکیزہ ترین عمل"۔ "بلند پایہ عمل"۔ چاندی سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ اونچا عمل "جہاد فی سبیل اللہ سے بھی اعلیٰ ترین عمل" فرمایا گیا ہے۔

قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ (کلمات طیبات ص۶)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے —— مدیر

خطاب بہ امّتِ مسلمہ اور —— رسالہ توحید و شرک

پروفیسر سید فدا حسین شاہ صاحب کوٹ نجیب اللہ (ہزارہ) کے ایک دردمند مسلمان ہیں بہت پڑھے لکھے اور طویل ملازمت کا دور رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے امّت کی بھلائی کا جذبہ ان کے دل میں پیدا کیا تو انہوں نے یہ دونوں کتابیں سپرد قلم کیں۔ پہلی کتاب ضخیم ہے، اور تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جب کہ رسالہ توحید و شرک مختصر اور ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ظاہری اعتبار سے دونوں چیزوں کی کتابت و طباعت اور کاغذ وغیرہ بہت اچھا ہے اور معنوی اعتبار سے بھی دونوں چیزوں کا جواب نہیں۔ "خطاب بہ امت مسلمہ" ساقی نامہ کی طرز پر ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے امت مسلمہ کو خطاب ہے۔ موصوف کو ریاست ٹونک کے فاضل بزرگ مولانا عبدالحکیم المعروف "دیوانہ مولوی" سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور ان کی کتاب میں بھی وہی "دیوانگی" ٹپکتی ہے جس پر ہزاروں فرزانگیاں قربان ہو سکتی ہیں۔ ملک کے تین فاضل بزرگوں کے پیش لفظ کے بعد جزو اوّل میں اللہ تعالےٰ کی تعریف اور سرورِ کائنات (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم) کی منقبت کے ساتھ مختلف قومی اور ملی مسائل پر دل سے اٹھنے والی صدائیں ہیں۔ اور جزو دوم میں بھی اسی طرح کے مسائل پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ساری کتاب "شاعری" میں اور بلاشبہ اس کا اطلاق اس شاعری پر ہوتا ہے جو امت کے کام آنے والی ہوتی ہے۔ اور رسالہ توحید و شرک جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں اس بنیادی عقیدہ اور بنیادی مرض دونوں پر ہی بڑی سنجیدہ اور ٹھوس گفتگو ہے۔ اختصار و جامعیت کا مرقع یہ رسالہ ہے۔

خطابِ امتِ مسلمہ کا ہدیہ -/۲۰ روپے بالکل واجبی ہے اور دوسرا رسالہ مفت تقسیم کے لئے ہے۔ مصنف کی جائے ... ت ۵/۶ سی ۷/۶ جی اسلام آباد پاکستان سے طلب کریں۔ دوسرے رسالہ کے لئے پچاس پیسے کے ٹکٹ ضروری ہیں۔

بارگاہِ رسالت اور بزرگانِ دیوبند

اکابر دیوبند پر توہین رسالت کا بھونڈا اعتراض گذشتہ صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے —— مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اس جھوٹ کی حقیقت الم نشرح کرنے کے لئے ان قدسی صفت بزرگوں کی تالیفات سے یہ گلدستہ طیار کیا ہے جس کی افادیت مسلّم ہے۔ اہل سنت و جماعت کے ہر کارکن کے پاس اس رسالہ کا ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے —— صرف -/۱۳ روپے ہدیہ میں فاروق پبلی کیشنز قلعہ محمدی راوی روڈ لاہور سے طلب کریں۔

معجزاتِ رسولؐ

یہ مختصر رسالہ مولانا سیف اللہ اکرم کے قلم سے ہے۔ مؤلف نے مستند کتب سے یہ حسین گلدستہ پروانگانِ عشقِ رسالت کے لئے تیار کیا ہے۔ -/۳ روپے ہدیہ ہے جو بہرحال واجبی ہے۔ غلامانِ رسالت کو اسے جلدی حاصل کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنی چاہئیں۔ اور اپنے عظیم نبیؐ کی عظمت سے آگاہ ہونا چاہئے۔

عمران اکادمی ۴۰/بی اردو بازار لاہور۔

کافر کہو گے ؟

مکتبہ رضویہ ۳۸۹/۱۲ نشتر آباد فیصل آباد کی یہ پیش کش جناب نذر الرضوی کے قلم سے ہے جس میں موصوف نے علماء اہلسنت (حنفی دیوبندی) کی عظمت بریلوی علماء کی تحریرات سے ثابت کی ہے اور جو لوگ ان اساطین ملّت کے خلاف تکفیری مہم چلائے ہوئے ہیں انہیں ایسا آئینہ دکھایا ہے جس کو دیکھ کر شاید یہ حضرات شرما جائیں ۔ یہ رسالہ وقت کی ضرورت ہے ۔ اس کی خوب اشاعت ہونی لازم ہے ۔ خاص طور پر سنّی ورکروں کا فرض ہے کہ وہ اسے خوب خوب پھیلائیں ۔

قیمت درج نہیں ۔

طبّی تحقیقات

لاہور کے قدیم طبیب جناب حکیم نور احمد صاحب قحط الرجال کے اس دور میں فن طبابت کی شاندار خدمات سرانجام دے رہے ہیں ۔ مطب کے علاوہ قلمی خدمات میں بھی حکیم صاحب کا اپنا ایک مقام ہے اور وہ اس سے قبل بھی اس قسم کے عنوانات پر خامہ فرسائی کر چکے ہیں ۔ جنہیں اہلِ فن نے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ۔ ۸/- روپے کا یہ رسالہ مکتبہ نور الصحت ۳۹ / اے عبدالکریم روڈ لاہور سے منگوائیں ۔ آپ کے پاس اس کی موجودگی آپ کی صحت کی ضامن ہو گی ۔ اور چھوٹی موٹی بیماریوں میں آپ خود اس سے استفادہ کر سکیں گے ۔

بیکار دماغ شیطان کا گھر ہے !

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

وصایا شریف

"وصایا شریف" کو آپ دیکھیں تو اس میں آپ کو صاف نظر آئے گا کہ وہ اپنے نام لیواؤں کو ایک ایسے دین و شریعت کی پیروی کی تلقین کر رہے ہیں جو خود ان کی کتابوں سے ظاہر ہے ۔ اس کے بالمقابل دین مصطفوی کے معاملہ میں فرماتے ہیں کہ اس پر حتی المقدور اور حتی الوسع عمل کریں ۔

پیر جو تھا سو تھا مریدوں نے اور غضب ڈھایا اور اس کتابچہ کے ساتھ دو صفحہ میں ان کے "حالات زندگی" لگا دئے جس میں یہاں تک لکھ مارا کہ :-

"زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا ۔"

(ص ۲۴ ، سطر ۱۴)

یار لوگوں نے غضب یہ کیا کہ نئے ایڈیشنوں میں "زیارت کا شوق کم ہو گیا" کے بجائے "زیادہ" بنا دیا ۔ اور یوں اصل نسخہ میں تحریف کر کے دنیا کو باور کرانا چاہا کہ صاحب ! ہم تو بڑے خدام ہیں ۔ جناب رسالت مآبؐ سے ہمیں بڑا عشق ہے ۔

خدا بھلا کرے انجمن ارشاد المسلمین بی/۶ شاداب کالونی ٹیپل روڈ لاہور کا جنہوں نے اصل نسخہ جو جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی کے صرفہ سے الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ سے شائع ہوا تھا اس کا عکس شائع کر دیا ہے :- یہ اصل نسخہ ۱/۵۰ میں انجمن کے دفتر سے میسر ہے ۔ ملک کا کوئی سنی مسلمان ایسا نہ ہو جس کے پاس یہ رسالہ نہ ہو ۔ اس کو اپنے پاس محفوظ کریں ۔ اس کی عبارات اپنے حافظہ میں محفوظ کریں اور "یار لوگوں" کو آئینہ دکھانے کا سامان فراہم کریں

خدا کرے کہ ملّت اس فتنہ کے مضر اثرات سے بچ جائے